

# دفاع کی شرعی حیثیت

تصویب: شیخ عبدالقادر عودہ مصری

ترجمہ: محمد جیس کریمی

آج امت مسلمہ پوری دنیا میں دفاعی پوزیشن میں ہے اس پر فکری اور تہذیبی بیخار کے ساتھ جارحانہ حملے بھی ہو رہے ہیں۔ ہندوستان میں آٹھ دن فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں، جرائم اور نامعلوم حملوں میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے جن سے دفاع کے مسئلے نے خاص اہمیت حاصل کر لی ہے ضرورت تھی کہ اس کی شرعی حیثیت کو واضح کیا جائے تاکہ بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور دفاع کے نام سے غیر ضروری طاقت کے استعمال سے بچا جاسکے زیر نظر مضمون میں دونوں پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے امید ہے کہ دفاع کی شرعی اور قانونی حیثیت کو سمجھنے میں یہ مضمون مفید ثابت ہوگا۔ دفاع کی دو قسمیں ہیں۔ دفاع خاص یعنی جارحانہ حملے سے اپنے آپ کا دفاع کرنا اور دفاع عام یعنی معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا۔ زیر نظر مضمون میں اول الذکر کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ہے دوسری قسم کے دفاع کی شرعی حیثیت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ جناب مولانا سید جلال الدین عمری کی مشہور تصنیف ”معروف و منکر“ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی جس کے متعدد ذریعوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور جو اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ (مترجم)

## دفاع کی مشروعیت

شریعت میں دفاع خاص واجب ہے جس سے آدمی جارحانہ حملوں سے اپنے آپ کا دفاع کرنا اور اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے یہ دفاع خواہ اپنی طرف سے ہو خواہ دوسرے کی طرف سے ایک شرعی حق ہے اور اس پر دفاع کرنے والا

قانونی مواخذہ سے بری سمجھا جائے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

فمن اعتدى عليك فاعتده واعليه  
جو تم پر دست درازی کرے تم اسی  
بمثل ما اعتدى عليك (البقرہ: ۱۹۴) طرح اس پر دست درازی کرو۔

اس سلسلہ میں متعدد احادیث بھی وارد ہیں جن سے اپنی ذات کے دفاع کا حق ثابت ہوتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص دوسرے کا ہاتھ دانت سے کاٹنے لگا تو اس نے اپنا ہاتھ زور سے باہر کھینچا تو اس کے دانت باہر نکل پڑے جب اس کی شکایت دربار نبوی میں کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ پر رہنے دیتا کہ تو اسے چباتا رہے۔ چنانچہ اس پر کوئی حد نافذ نہ کی گئی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے“ ایک اور موقع سے آپ نے فرمایا ”کوئی شخص بغیر اجازت تمہارے گھر میں ٹانگ جھانگ کرے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ ڈالو تو تم پر کوئی تاوان نہ ہوگا اسی طرح آپ نے دوسرے کی طرف سے دفاع کا حکم دیا ارشاد ہے کہ ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روک دیا جائے اور مظلوم کی مدد یہ ہے کہ اس پر ظلم نہ ہونے دیا جائے ایک اور روایت ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ”قتلہ فادکے وقت مومن ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔“

## دفاع کی شرعی حیثیت

فقہاء کا اتفاق ہے کہ جان، مال اور عزت و آبرو پر ہونے والے حملوں کا دفاع مشروع ہے خواہ یہ حملہ اپنی ذات پر ہو یا کسی دوسرے کے خلاف ہو البتہ اس کی تفصیلات میں ان کا اختلاف ہے اس بارے میں بنیادی طور پر دو مسائل ہیں ایک یہ کہ کیا دفاع واجب ہے کہ ہر حال میں آدمی اس کو اختیار کرے یا یہ ایک حق ہے کہ چاہے تو اس کا استعمال کرے چاہے نہ کرے۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کا دفاع واجب ہے۔ مثال کے طور پر عورت اپنی آبرو پر حملہ کرنے والے شخص کو قتل کر سکتی ہے۔ اسی طرح کسی عورت کی عصمت کی حفاظت کے لیے اس کی عصمت کے درپے شخص کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کا دفاع کسی اور طرح ممکن نہ ہو۔

شرعیّت میں واجب کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ترک کرنے والا گناہ گار اور قابل مواخذہ ہے خواہ یہ مواخذہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں۔ ایک دوسری رائے کے مطابق وہ قابل مواخذہ تو نہیں البتہ قابل ملامت ضرور ہوگا دفاع واجب کا ترک کرنے والے کی دنیا میں تو گرفت نہیں کی جائے گی لیکن آخرت میں اس کا مواخذہ ہوگا لیکن واضح رہے کہ دنیا میں واجب کے ترک پر جو ابد ہی کے نہ ہونے سے واجب کی اصل اہمیت میں کمی واقع نہ ہوگی اور نہ اس سے واجب اور حق کا درجہ برابر ہو جائے گا کیونکہ حق میں آدمی کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور اس کا نازک گناہ گار نہیں ہوتا جبکہ واجب میں یہ اختیار نہیں اور اس کا ترک کرنے والا گناہ گار سمجھا جاتا ہے۔

جہاں تک نفس یعنی جان سے متعلق دفاع کا سوال ہے تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک نفس کی طرف سے دفاع واجب ہے امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ جائز ہے واجب نہیں، بعض فقہاء حنا بلہ نے حالات کے مطابق اس میں تفریق کی ہے مثلاً اگر حالات پر فتن ہوں تو جائز ہے اور اگر حالات عام ہوں تو واجب مطلق ہے۔ بعض شافعی اور مالکی فقہاء کا بھی یہی خیال ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ فتنے کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ پر بیٹھے رہنے کی تلقین فرمائی ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ ”تم قابل بندہ بننے کے بجائے مقتول بندہ بنو“ یعنی قتل کرنے کی بجائے قتل کیا جانا پسند کرو۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان خلیفہ ثالث کا عمل بھی دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے بھی اپنا دفاع پسند نہ کیا۔

مال کی طرف سے دفاع کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے آدمی چاہے تو اس کا دفاع کرے چاہے تو نہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ مال جائز ذرائع سے حلال ہو جاتا ہے جبکہ کسی کی جان لینا کسی طرح بھی حلال نہیں ہوتا۔ بعض فقہاء نے اس مال کا دفاع واجب قرار دیا ہے جس میں کوئی ذی روح ہو یا وہ مال دوسرے کی امانت موقوفہ یا جو ہو بہ ہو یا وہ رہن اور اجارہ کا مال ہو۔ ان صورتوں میں دفاع ضروری ہو جائے گا۔

دفاع کے سلسلے میں دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ اگر کسی بچے، مجنون (پاکل) یا جانور کی طرف سے حملہ ہو تو اس کا دفاع کیا جائے گا یا نہیں؟ امام مالک امام شافعی اور امام احمد

بن جنبل کے نزدیک اس کی مدافعت کی جائے گی اور ضرورت پڑنے پر حملہ آور کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں دفاع کرنے والے پر کسی قسم کی کوئی فرد جرم عائد نہ ہوگی کیونکہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے اس نے اپنا حق استعمال کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ (امام ابو یوسفؒ کے علاوہ) کے نزدیک مدافعت کی جانے لگی لیکن جانی نقصان کی صورت میں اس کی تلافی کرنی ہوگی یعنی بچے اور مجنون کی دیت اور جانور کی قیمت ادا کرنی ہوگی ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے دفاع کا حکم جرم کے ازالہ کے لیے دیا ہے۔ بچے، مجنون اور جانور کا عمل جرم شمار نہیں ہوتا اس لیے اس سے حد ساقط ہو جائے گی لیکن قانونی جوابدہی کرنی ہوگی اور تاوان ادا کرنا ہوگا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مدافعت کی جائے گی اور دفاع کرنے والا صرف جانور کی قیمت ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ بچے اور مجنون کی طرف سے کوئی دیت ادا نہ کی جائے گی۔ کیونکہ جانور کا حملہ کرنا جرم نہیں سمجھا جاتا جبکہ بچے اور یا گل کا جرم شمار ہوگا البتہ ان کی عدم ادراک (نا شعوری) کی وجہ سے اس پر سزا کا نفاذ نہ ہوگا۔

جو لوگ ہر حال میں دفاع کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ آدمی اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اس لیے اس کا دفاع ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ حملہ آور کا خون صرف اس لیے حلال نہیں ہو جاتا کہ اس نے حملہ کیا ہے اگر دوسرے طریقوں سے اس کا دفاع ممکن ہو تو اس کا قتل کرنا درست نہ ہوگا۔ یہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ کسی اور طریقہ سے دفاع ممکن نہ ہو۔ بدرجہا مجبوری ہی حملہ آور کو قتل کرنے یا اس کی جان لینے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

## دفاع کی شرائط

دفاع آدمی کا حق ہے لیکن اس کی چند شرائط ہیں جن کی پابندی لازمی ہے ذیل میں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی پر دفاع اس وقت ضروری ہوگا جب واقعی اس پر ظلم ہو رہا ہو مثال کے طور پر اگر باپ اپنے بیٹے کو اور شوہر اپنی بیوی کو ادب سکھانے کے لیے اور اتنا بچوں کو تعلیم دینے کے لیے مار پیٹ کرے تو یہ ظلم نہیں سمجھا جائے گا یا اس طرح اگر

کسی پر حد شرعی نافذ کی جا رہی ہو یعنی ہاتھ کاٹا جا رہا ہو یا کوڑے لگائے جا رہے ہوں یا قصاص کے طور پر اس کی گردن اڑانی جا رہی ہو تو ایسی صورت میں اس کا شمار ظلم میں نہ ہوگا اور دفاع کا حق حاصل نہ ہوگا کسی معاملے کی تحقیق کے لیے آدمی کا گرفتار کیا جانا اور معمولی مار پیٹ اور زد و کوب بھی ظلم شمار نہ ہوگا کہ اس کا دفاع ضروری ہو۔

ظلم و زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے وہ شدید بھی ہو سکتی ہے اور معمولی بھی معمولی زیادتی کی صورت میں حق دفاع ساقط نہ ہوگا البتہ حسب ضرورت ہی طاقت کا استعمال ہونا چاہیے۔ اس طرح آدمی اپنی ذات کے علاوہ دوسرے کی طرف سے بھی دفاع کا مکلف ہے کبھی آدمی اپنی ہی جان و مال کو نقصان پہنچانے لگتا ہے ایسی صورت میں اس سے باز رکھنا ضروری ہے۔ امام مالک شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک دفاع کے لیے قابل سزا جرم ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا غیر شرعی ہونا کافی ہے خواہ اس کا کرنے والا شرعاً مکلف ہو یا نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دفاع کے لیے ضروری ہے کہ وہ قابل سزا جرم ہو اور حملہ آور قانوناً و شرعاً مکلف ہو دوسری صورت میں صرف بدرجہ مجبوری دفاع کیا جانے گا امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا قابل سزا جرم ہونا کافی ہے مجرم کا قانوناً جو ایدہ ہونا ضروری نہیں۔ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک ہر زیادتی، زیادتی ہے خواہ وہ کسی آدمی کی طرف سے ہو یا کسی جانور کی طرف سے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نزدیک جانور کی زیادتی کی مدافعت جرم سمجھ کر نہیں بلکہ ایک ضرورت سمجھ کر کی جائے گی۔

دفاع کے سلسلے میں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حملہ آور اگر دفاعی پوزیشن میں آجائے اور یہ عذر کرے کہ وہ اپنا دفاع کر رہا تھا تو یہ قابل لحاظ نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر اس کی جان بھی چلی جائے یا شدید زخم لاحق ہو تو دفاع کرنے والا جو ایدہ نہ ہوگا کیونکہ زیادتی کی ابتداء اس کی طرف سے ہوئی تھی جیسا کہ حضرت علیؑ کے فیصلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ ان کے زمانے میں ایک عورت کے حملہ عروسی میں اس کا ایک آشنا گھس آیا جب اس کا شوہر وہاں آیا تو اس نے اس پر حملہ کر دیا جس پر شوہر نے آشنا کو قتل کر دیا اور عورت نے اپنے آشنا کی مدافعت میں شوہر کو قتل کر دیا۔ حضرت علی نے عورت پر قصاص کی حد جاری فرمائی اور اس کے دفاع کا کوئی اعتبار نہ کیا البتہ اگر

مدافعتِ ظلم سے بڑھ کر ہو تو ایسی صورت میں وہ زیادتی سمجھی جائے گی اور اس کا دفاع کیا جائے گا۔

دفاع کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جب حملہ آور حملہ کر دے تب اس کا دفاع کیا جائے بلکہ اگر اس کا خدشہ اور گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں بھی دفاع کا حق حاصل ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص تلوار یا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر سامنے آجائے یا کسی کے گھر میں گھس آئے اور اسباب و قرآن ایسے ہوں جن سے ظاہر ہو رہا ہو کہ وہ یقیناً حملہ کر دے گا تو ایسی صورت میں مدافعت کی جائے گی سئلہ لیکن صرف وہم یا گمان کی بنیاد پر دفاع کی اجازت نہ ہوگی اس طرح مذاق یا کھیل میں ہتھیار اٹھائے جانے سے بھی اس کی مشروعیت لازم نہیں آئے گی الا یہ کہ معقول اسباب ثابت کر رہے ہوں کہ مقابل کی نیت درست نہیں ہے تو ایسی صورت میں مدافعت کا حق حاصل ہوگا۔

دفاع کے لیے اس بات کی بھی خاص اہمیت ہے کہ آدمی کو اس کا علم ہو کہ اس پر زیادتی کب شروع ہوئی اور کب ختم ہوئی کیونکہ اسی بنیاد پر اسے دفاع کا حق حاصل ہوگا نہ تو زیادتی سے قبل دفاع ہے اور نہ اس کے بعد۔ مثال کے طور پر حملہ آور دفاع کرنے والے کی ایک ضرب کے بعد مزید جارحیت سے معذور ہو جائے تو ایسی صورت میں اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے دوسری صورت میں وہ قانوناً قابل مواخذہ ہوگا۔ البتہ اگر حملہ آور کسی کا مال لے کر بھاگ رہا ہو تو اس کا تاقب کیا جائے گا اور جب تک مال اس سے چھین نہ لے دفاع کا حق اسے حاصل رہے گا حتیٰ کہ اس کی واپسی اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس کی جان بھی لی جاسکتی ہے۔

کوئی شخص کسی پر جارحانہ حملے کا اظہار کرتا ہے یعنی اس کی نیت اور ارادہ ہے کہ وہ اس پر حملہ کرے گا لیکن وہ اس کی تعمیل پر قادر نہیں ہے تو ایسی صورت میں دفاع کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ اس سلسلے میں گمان غالب تو معتبر ہے لیکن صرف اس کا ارادہ یا نیت معتبر نہیں ہے لہذا اگر وہ اس بنیاد پر اس کا قتل کر دیتا ہے تو اس پر بعد شرعی نافذ کی جائے گی۔

۲۔ دفاع کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ زیادتی زمانہ حال میں ہو رہی ہو چھٹی دفعہ تصور کیا جائے گا ورنہ وہ خود زیادتی ہوگی ممکنہ خطرہ یا دھمکی کی بنیاد پر دفاع مشروع

نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں دفاع کرنے والا قانوناً جوابدہ ہوگا البتہ وہ ممکنہ خطر سے اور دھمکی کا مناسب دفاع کر سکتا ہے جس کے لیے حکومت کا تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ دفاع کی تیسری شرط یہ ہے کہ حملہ آور کی جان لینے کے علاوہ کسی اور طرح دفاع ممکن نہ ہو۔ اگر کسی دوسری صورت سے دفاع ہو سکتا ہو تو پہلے اسے اختیار کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر شور مچانے یا مدد طلب کرنے سے حملہ آور تھاک جائے یا حملے کا دفاع کیا جاسکے تو بلا وجہ اس کو مارنا یا قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر ایسا گیا تو وہ جرم تصور کیا جائے گا۔ اس طرح اگر حملے کا دفاع حکومت کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہو تو حملہ آور کا قتل کرنا یا مار پیٹ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ فرار (یعنی حملے کے موقع و محل سے بھاگ جانا) دفاع کا ایک متبادل ذریعہ تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ جن فقہاء نے اس کو متبادل ذریعہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک اس کا اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ آدمی دفاع کے لیے آسان ذریعہ اپنانے کا شرعی طور پر مکلف ہے۔ البتہ جن کے نزدیک متبادل ذریعہ قرار نہیں دیا گیا ہے ان کے نزدیک بھاگنا ضروری نہیں اسے چاہئے کہ ثابت قدم رہ کر حالات کا مقابلہ کرے۔ بعض فقہاء نے فرار کی مناسب اور غیر مناسب صورتوں میں فرق کیا ہے۔ مثال کے طور پر آدمی تنہا ہو اور بھاگ جانے سے اس کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں بھاگ جانا ہی بہتر ہے۔ دوسری صورت میں اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ یا مردی سے حملے کا دفاع کرے۔

۴۔ دفاع کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ دفاع کے وقت حسب ضرورت طاقت استعمال کی جائے مثال کے طور پر کوئی آدمی گھر میں گھس آئے اور وہ ڈانٹ پھنکار ہی سے واپس چلا جائے تو اس کا مارنا بیٹنا صحیح نہیں ہے یا معمولی مار پیٹ سے وہ واپس جانے پر تیار ہو تو غیر ضروری طور پر مارنا بیٹنا درست نہیں اسی طرح اگر لاشی کی مارے وہ بھاگ جائے تو لوہے کے ہتھیار سے مارنا یا ایک دفعہ مارنے سے دفاع ہو جائے تو دوسری مرتبہ مارنا جائز نہیں ہے۔ دوسری صورت میں دفاع کرنے والا قانوناً جوابدہ ہی سے بری نہ ہوگا اور اس پر حد شرعی نافذ کی جائے گی۔ لیکن اگر قتل کیے بغیر دفاع

ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اس کی اجازت ہوگی۔  
 جو شخص خود اپنی جان و مال یا اہل و عیال کی جان کے درپے ہو تو اس کی مدافعت  
 حتی الامکان آسان طریقے سے کی جائے گی۔ اگر شور مچانے یا مدد طلب کرنے سے نفع  
 ہو جائے تو طاقت کا استعمال نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو اس  
 کی اجازت ہے حتی کہ ضرورت کے وقت حملہ آور کی جان نی جاسکتی ہے۔ لیکن واضح  
 رہے کہ غیر ضروری طاقت کا استعمال قانونی گرفت کا موجب ہوگا اور نقصان کی صورت  
 میں اس کا تاوان ادا کرنا ہوگا۔<sup>۱۱۱</sup>

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں تانک جھانک کرے تو صاحب مکان پہلے تو اس کو  
 منع کرے گا اس کے باوجود اگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو آسان اور مناسب طریقے  
 سے اس کا دفاع کرے گا اگر اس پر بھی وہ باز نہ آئے اور وہ اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالے  
 تو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کی کوئی گرفت نہ کی جائے گی۔<sup>۱۱۲</sup>  
 کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی تمہارے گھر میں جھانکے اور تم اسے اٹھا کر پتھر سے  
 مارو جس سے اس کی آنکھیں پھوٹ جائیں تو تمہارے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس قسم  
 کی اور بھی دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی گھر میں جھانکنے والے کی آنکھیں پھوڑ  
 ڈالے تو اس پر کوئی گرفت نہ کی جائے گی امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک  
 (غالب رائے کے مطابق) صرف دیکھنے (جھانکنے) کی بنیاد پر آنکھیں نہیں پھوڑی جاسکتیں  
 کیونکہ کسی کی شرمگاہ دیکھ لینے پر آنکھیں پھوڑ دینے کا جواز نہیں نکلتا تو پھر صرف گھر کی طرف  
 دیکھ لینے پر کیسے ایسا کیا جاسکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بالاکا مقصد  
 تانک جھانک سے سختی کے ساتھ منع کرنا ہے۔<sup>۱۱۳</sup> امام مالک کے نزدیک پتھر پھینک  
 مارنا تنبیہ کی غرض سے ہو سکتا ہے جس پر اگر اس کی آنکھیں پھوٹ جائیں تو قصاص لازم  
 نہیں آئے گا البتہ اس کا تاوان دینا ہوگا۔<sup>۱۱۴</sup>

دفاع کے سلسلے میں حملہ آور کے قتل کے تعلق سے علامہ علاء الدین کا سانی فرماتے  
 ہیں کہ کسی کا خون صرف اس لیے حلال نہیں ہو جاتا کہ اس نے کسی پر حملے کا ارادہ کیا ہے  
 اگر اس کا دفاع کسی اور طرح ممکن ہو تو حتی الامکان اسی طریقہ کو اختیار کیا جائے گا دوسری  
 صورت میں بدرجہ مجبوری حملہ آور کا قتل جائز ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنی جان کی حفاظت



نہیں کر سکتا تھا مثال کے طور پر اگر کوئی شخص تلوار لے کر سامنے آجائے تو حجب تک دفاع کرنے والا شور مچائے گا اور اس کی مدد کے لیے لوگ آئیں اس سے قبل اس کا خاتمہ ہو چکا ہوگا۔ لہذا ایسی صورت میں ضروری طاقت کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر لاشی سے حملہ کیا جائے اور دفاع کرنے والے کے پاس تلوار یا چاقو کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اختیار ہے کہ وہ اس سے اپنا دفاع کرے لیکن جان بوجھ کر یا سستی سے لاشی یا آسان ذریعہ سے دفاع نہ کرنا اس کے لیے مناسب نہ ہوگا۔

## دفاع سے تجاوز کی صورتیں

دفاع کے وقت اگر ضرورت سے زیادہ طاقت استعمال کی جائے تو یہ دفاع نہیں بلکہ زیادتی سمجھی جائے گی اور اس کی باز پرس کی جائے گی۔

زیادتی اور اس کے دفاع کے درمیان ایک گہرا ربط ہے۔ کیونکہ زیادتی کی وجہ سے دفاع مشروع ہوا ہے پس جہاں زیادتی شروع ہوگی وہاں دفاع بھی مشروع ہوگا اور جہاں زیادتی ختم ہو جائے وہیں پر دفاع بھی ختم ہو جائے گا اگر زیادتی ختم ہونے کے بعد دفاع جاری رہے تو یہ دفاع نہیں بلکہ خود زیادتی ہوگی۔

دفاع جائز ہے اور اس پر کوئی سزا نہیں ہے لیکن دفاع کے وقت جوابی حملے کا اگر کوئی دوسرا شخص شکار ہو جائے مثلاً کسی نے حملہ آور کو مارنے کے لیے تلوار چلائی جو اتفاق سے اس کے بجائے کسی دوسرے شخص کو لگ گئی تو ایسی صورت میں اس کی جوابدہی کرنی پڑے گی البتہ چونکہ اس کا تلوار چلانا اپنی جگہ پر صحیح تھا اور غلطی سے دوسرے کو لگ گئی لہذا اس پر قتل خطا کا حکم نافذ ہوگا اور اس کی دیت ادا کرنی پڑے گی۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آدمی شکار کرنے کے لیے جانور پر تیر چلائے لیکن وہ کسی انسان کو لگ جائے تو ایسی صورت میں اس کو تاوان دینا ہوگا۔ مذکورہ بالا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے لہذا اس کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔

دفاع کی غرض سے گھر کے دروازے کے پیچھے یا راستے میں جال بچھانا یا کوئی ایسی تدبیر کرنا جس سے حملہ آور زخمی ہو جائے یا مر جائے تو امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام

احمد بن حنبل کے نزدیک جائز نہ تھے اور صاحب مکان اس کے لیے جوابدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے نے بغیر اجازت اور حق کے داخل ہونے کی کوشش کر کے گویا اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ امام مالک کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت میں دفاع کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ آدمی پہلے آسان طریقہ اختیار کرے جبکہ اس صورت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ لہذا یہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جدید ماہرین قانون کی بھی مختلف رائیں ہیں بعض اس کو درست قرار دیتے ہیں جبکہ بعض اس کو درست نہیں سمجھتے۔ ۱۳۵ھ

## جوابی دفاع کی شرعی حیثیت

فقہاء کے درمیان اس بارے میں اتفاق ہے کہ دفاع جائز ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں کی جائے گی یہ آدمی کا حق ہے کہ وہ اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے لیکن اگر دفاع کرنے والا حملہ آور پر ضرورت سے زیادہ طاقت استعمال کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس کے لیے بھی دفاع مشروع ہوگا اس بارے میں شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ زیادتی زیادتی ہے خواہ وہ حملہ آور کی طرف سے ہو خواہ دفاع کرنے والے کی طرف سے بہر حال اس کا دفاع کیا جائے گا البتہ اس کے لیے آسان طریقہ اور حتی الامکان کم سے کم طاقت استعمال کی جائے گی ضرورت کے وقت پوری طاقت کے استعمال کی اجازت شریعت نے دی ہے۔

## حواشی و مراجع

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام لیسف الدین ابی الحسن الامدی طبع دار الکتب ج ۱ ص ۱۳۸

المستصفیٰ للغزالی ج ۱ ص ۶۵، ۶۶

۲۔ المستصفیٰ للغزالی ج ۱ ص ۷۷

۳۔ حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین المطبعة الامیریہ ج ۵ ص ۷۸ تحفة المحتاج

بشرح المنہاج لشہاب الدین احمد بن محمد البیہی طبع ۱۳۱۹ھ ج ۲ ص ۱۲۷ مواہب الجلیل شرح

- مختصر خلیل للخطاب ج ۶ ص ۲۲۳۔ الزیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق الطبعة الاولى المطبعة الاميرية  
وحاشیہ شہاب الدین الشبلی ج ۶ ص ۱۱۱
- ۳۴ المغنی علی مختصر الزرقانی محمد عبداللہ بن قدامہ الطبعة الاولى بمطبعة المنار ج ۱۰ ص ۲۵
- ۳۵ الاقناع شرف الدین موسیٰ المجاوی الطبعة الاولى المطبعة المصرية ج ۳ ص ۲۹
- ۳۶ حاشیہ الرطبی، ابو العباس احمد الرطبی (دیکنجے اسنی المطالب شرح روض الطالب) ج ۴ ص ۱۶۸  
وشرح الزرقانی وحاشیہ ابنانی ج ۸ ص ۱۱۸
- ۳۷ اسنی المطالب شرح روض الطالب لابن کحی زکریا الانصاری ج ۴ ص ۱۶۸
- ۳۸ مواہب الجلیل ج ۶ ص ۳۲۳ تبصرة الحکام فی اصول الاقضية و نتائج الاحکام لابن فرجون  
ج ۲ ص ۳۰۳ الام لامام الشافعی الطبعة الاولى مطبعة بولاق ج ۶ ص ۱۷۱ المہذب لابن اسماعیل  
الشیرازی مطبعة البانی الحلبي ج ۲ ص ۲۴۳ الاقناع ج ۴ ص ۲۵۹
- ۳۹ البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم ج ۸ ص ۳۰۲  
نہ الام ج ۶ ص ۱۷۱
- ۴۰ اسنی المطالب ج ۴ ص ۱۶۷
- ۴۱ الام ج ۶ ص ۲۷۱
- ۴۲ حاشیہ ابن عابدین ج ۵ ص ۴۸۲ اسنی المطالب ج ۴ ص ۱۶۷
- ۴۳ الام ج ۶ ص ۲۷۱ اسنی المطالب ج ۴ ص ۱۶۷
- ۴۴ المغنی ج ۱۰ ص ۳۵۳
- ۴۵ حوالہ سابق والام ج ۶ ص ۲۸
- ۴۶ تحفة المحتاج ج ۴ ص ۱۲۶
- ۴۷ حوالہ سابق و اسنی المطالب ج ۴ ص ۱۶۷
- ۴۸ المغنی ج ۱۰ ص ۳۵۱-۳۵۲ ص ۳۰۲ حوالہ سابق
- ۴۹ تاوان کی دو صورتیں ہیں بدنی یا مانی فقہار نے صرف "ضمان" کا تذکرہ کیا ہے۔ المہذب ج ۴ ص ۲۵۱
- ۵۰ المغنی ج ۱۰ ص ۲۵۵ المہذب ج ۲ ص ۲۴۲
- ۵۱ حاشیہ ابن عابدین ج ۵ ص ۴۸۵
- ۵۲ مواہب الجلیل ج ۵ ص ۳۲۲-۳۲۳

۶۳ ۲۵۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۳

۱۶۷ ۲۶۔ اسنی المطالب ج ۴ ص ۱۶۷

۲۴۴ ۲۷۔ حاشیہ ابن عابدین ج ۵ ص ۲۴۴

۵۷۱ ۲۸۔ حاشیہ ابن عابدین ج ۵ ص ۵۷۱ تحفۃ المحتاج ج ۵ المغنی ج ۹ ص ۵۷۱

۲۲۱ ۲۹۔ تبصرہ الحکام ج ۲ ص ۲۹۶۔ مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۲۱

۲۲۴ ۳۰۔ القسم النعام لاحمد بن صفوت ص ۲۲۴

(ماخذ۔ التشریح البنائی الاسلامی ج ۱ بحث الدفاع الشرعی الخاص ص ۴۷۳-۴۷۴-۴۸۹)

ادارۃ تحقیق و تصنیف اسلامی کی نئی پیشکش

## عہد نبوی کا نظام حکومت

پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

سیرت نبوی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اب تک چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا لیکن اس کتاب میں اس لحاظ سے جدت اور ندرت پائی جاتی ہے کہ وہ ایسے موضوعات پر مشتمل ہے جن سے کتب سیرت میں بہت کم تعرض کیا گیا ہے۔ ابتدا میں عہد رسالت میں ریاست کے تدریجی ارتقاء پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے پھر اس کے دور مبارک میں شہری نظم و نسق اور فوجی، مالی اور مذہبی نظاموں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ اسلامی تاریخ اور سیرت نبوی پر پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی کا خاص موضوع ہے۔ ان کا نام اعلیٰ تحقیقی معیار کی ضمانت ہے۔

کتاب پر مولانا سید جلال الدین عمری سکرٹری ادارہ اوزناب امیر جماعت اسلامی ہند کا مختصر اور مفید مقدمہ بھی ہے۔

آفس کی خوبصورت طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات ۱۳۶ قیمت ۳۰٪ زیادہ ٹکوانے پر خصوصی رعایت  
مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ بیان والی کوٹھی۔ دودھ پور علی گڑھ